نظرات

نہایت افسوس اور شرم کی بات ہے کہ پچھلے دنوں خاص عید گاہ میں جب کہ ابھی خطبہ ختم بھی نہیں ہوا تھا مراد آباد میں جو واقعہ پیش آیا اور جس کے نتیجہ میں مراد آباد میں خصوصاً اور شمالی ہند کے دوسرے علاقوں میں عموماً حرب و ضرب، قید و حبس اور قتل و غارت گری کے جو واقعات مسلسل کئی دنوں تک پیش آتے رہے، انہوں نے ایک مرتبہ پھر ہم کو یہ یاد دلایا کہ آزادی پر ۳۳ برس گذر جانے، صنعت وحرفت اور تعمیرات و زراعت میں ترقی کرنے اور جمہوریت وسکولرزم کے ہزار دعاوی کے باوجود تہذیبی اور اخلاقی حیثیت سے ہمارا ملک اس دور وحشت و بربریت سے اب تک آگے نہیں بڑھا جس میں وہ تقسیم کے وقت گرفتار تھا یہ ایک نہایت تلخ اور حد درجہ تکلیف دہ حقیقت ہے لیکن ہمیں کھلے دل اور صاف ذہن کے ساتھ اس کا برملا اعتراف کرنا چاہئے، ان واقعات کی سنگینی کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ۱۵ ر اگست کو وزیر اعظم نے لال قلعہ سے یوم آزادی کی تقریب میں جو تقریر کی اس کا آغاز ہی انہوں نے مراد آباد کے حادثۂ فاجعہ سے کیا اور دیر تک وہ اس پر اپنے غم و غصہ اور گہرے درد و کرب کا اظہار کرتی رہیں، لیکن اس کے باوجود انگریزی اور اردو کے بعض اخبارات نے اس سلسلہ میں جو انتہائی غیر ذمہ دارانہ روش اختیار کی ہے اور بے سر و پا افسانے تراشے ہیں اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے اور دنیا کی نظروں میں ملکی پریس اور صحافت کو ذلیل اور رسوا کر دیا ہے یہ ظاہر ہے کہ واقعہ کی ابتدا مسلمانوں اور پولس میں تصادم اور پھر پولس کی قطعاً

غیر قانونی بے پناہ فائرنگ سے ہوئی جس کے نتیجہ میں مسلمان بوڑھے اور جوان، بچے ایک بڑی تعداد میں لقمۂ اجل بنے اور زخمی ہوئے، پولس نے اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ کرفیو کی آڑ میں ہندوؤں مسلمانوں کی دکانوں کو لوٹا اور آگ لگائی اور زدوکوب کیا اور اس بات کی کوشش کی کہ ان کی اور مسلمانوں کی کشمکش فرقہ وارانہ فسادات کی شکل اختیار کرلے، یہ کوشش جزوی طور پر کامیاب ہوئی اور بڑے پیمانہ پر کامیاب نہ ہوسکی۔ چنانچہ متعدد مقامات پر ہندوؤں کی بعض مذہبی جماعتوں تک نے مرادآباد کی عیدگاہ میں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا اس پر کھلے دل سے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور پولس کے خلاف غم و غصہ اور نفرت کا برملا اظہار کیا، لیکن پریس نے افتراء پردازی اور بہتان تراشی کی حد کردی۔ اس نے ان واقعات کی تصویرکشی اس طرح کی کہ گویا مسلمان حکومت کا تختہ الٹنے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہیں، اس مقصد کیلئے پاکستان اور عرب ممالک سے انہوں نے سازباز کر رکھا ہے، ان ملکوں سے وہ روپیہ لے رہے اور ہتھیار جمع کر رکھے ہیں، بہیمیت اور درندگی کی مثال اس سے بڑھکر کوئی اور نہیں ہوسکتی کہ اپنے ظلم وجور اور سفاکی پر پردہ ڈالنے کیلئے مظلوم کو ہی قسم قسم کی دروغ بیانیوں سے مورد طعن و تشنیع اور ملزم قرار دیا جائے، لیکن اس مرتبہ پریس نے بحیثیت مجموعی یہ سارے کھیل کھیلے ہیں ؎ زشت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا تیرا

کہتے ہیں یہ واقعات ایک سازش کا نتیجہ ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک گہری سازش ان واقعات کے پس پردہ ہے، لیکن یہ سازش کیا ان مسلمانوں کی ہے جو اپنے ایک نہایت اہم تہوار کے دن اپنے ہزاروں بچوں اور بچیوں کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کرنے گئے تھے؟ قطعاً ناممکن! کیا یہ سازش ان ہندو اور سکھ عوام کی تھی جو اپنے ہزاروں وطن مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں، کاروبار میں شریک اور دفتروں میں شانہ بشانہ ہیں اور جنہیں اپنے ملک اور قوم سے محبت ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ یہ سازش درحقیقت اس فسطائی جماعت کی ہے جو ایک مدت دراز سے نہایت منظم طریقہ پر کام کررہی ہے، جس کی آئیڈیالوجی مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بغض و عداوت پیدا کرنا اور جمہوریت، سکولرزم اور سوشیالزم کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا ہے اس آئیڈیالوجی کے ماتحت اس جماعت نے ہزاروں لاکھوں نوجوانوں کی ذہنی تربیت کی ہے اور انہیں نیم

فوجی ٹریننگ دی ہے، یہی نوجوان جب پولس میں، جرنلزم میں اور حکومت کے مختلف شعبوں میں کام کریں گے تو ظاہر ہے کیا کچھ نہیں کریں گے، یہ لوگ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے دشمن ہیں بلکہ حکومت اور ملک کے دستور اور اس کی سالمیت کے بھی دشمن ہیں، حکومت جب تک اس طرح نہیں سوچے اور غور کریگی اور اس کے مطابق عمل پیرا نہ ہوگی اس وقت تک ان مسائل کا کوئی حل پیدا نہیں ہو سکتا :

مسرت کی بات ہے کہ اس سال یوم آزادی کے موقع پر عربی اور فارسی میں پریذیڈنٹ ایوارڈ ہمارے فاضل اور عزیز دوستوں مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی اور جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن کو علی الترتیب ملا ہے، قاضی صاحب ابھی دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ علامہ تاجور نجیب آبادی جن کی شہرت وعظمت کا طوطی پنجاب کے قلمرو ادب وشعر میں بول رہا تھا ان کی نظر انتخاب اس نوجوان پر پڑی اور انہوں نے اسے لاہور کھینچ بلایا، قاضی صاحب نے یہاں رہ کر منفلوطی کے افسانوں کا اردو ترجمہ ایسی سلیس اور شگفتہ زبان میں کیا کہ ادبی حلقوں کی نگاہیں ان کی طرف اٹھنے لگیں، اس کے بعد بیان اللسان اور قاموس القرآن اور کلام عربی کے نام سے عربی لغت پر قاضی صاحب کے قلم سے جو ضخیم اور بلند پایہ کتابیں نکلیں انہوں نے ان کی شہرت میں اضافہ کیا، پھر ندوۃ المصنفین دہلی کے رفیق کی حیثیت سے تاریخ اسلام پر جو کتابیں تالیف کیں وہ بھی بہت مقبول ہوئیں، سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب نے دارالمصنفین، اعظم گڑھ کے رکن رکین ہونے کی حیثیت سے فارسی زبان وادب اور تاریخ ہند پر بلند پایہ اور محققانہ تصنیفات وتالیفات کا جو انبار لگا دیا ہے وہ کم وکیف کے اعتبار سے اردو لٹریچر کی قبائے گلگوں کا تکمۂ زرین ہے اور ایک صاحب قلم کیلئے اس سے بڑھ کر فخر کی بات اور کیا ہو سکتی ہے، گورنمنٹ نے ایوارڈ کے ذریعہ ان دوستوں کی علمی وادبی خدمات کا جو اعتراف واعزاز کیا ہے برہان اس پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔